ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 01. July-September 2025.Page#.3127-3131
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Comparative And Analytical Study of Al-sair-ul-Kabir and Geneva Convention about Civilian Rights in War

حالت جنگ میں عام شہریوں کے حقوق سے متعلق السیر الکبیر اور جینوا کنونشن کا تحقیقی وتقابلی جائزہ

Qaisar Iqbal
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies & Research University of Science & Technology, Bannu

Abstract
War is a painful reality that every wise individuals wishes to avoid, yet in practice, it remains unavoidable. In Islam, life is viewed as a test, and Muslim strive to become exemplary figures for those seeking to live peacefully, away from conflict. The ongoing battle between good and evil will persist, yet efforts can be made to minimize war's impact, even though its existence cannot be denied. When conflicts arise and fighters are wounded or civilians are effected and no longer participating in the conflict, it is a moral responsibility to move them to safety and to offer humanitarian aid to those harmed.
The International Committee of the Red Cross (ICRC), a neutral humanitarian organization, was founded in 1860 with this vision of protecting human dignity during conflict. After extensive discussions and efforts, the ICRC established four key humanitarian principles to maintain neutrality during war and violence. Remarkably, nearly eight centuries earlier Imam Hasan Al-Shaibani authored "Al-Sair" a comprehensive text addressing war and peace, and "Kitab al-Jihad", which serves as a guiding light for the preservation of human life during conflict. This article explores in depth the foundational legal principles of warfare within Islamic law as discussed in these significant texts.
Keywords: *Al-Qur'an, Geneva Convention, Al-sair-ul-Kabir, Civilian, Civilian Rights in War.*

تعارف

جنگ ایک ناگزیر شر ہے جو مجبوری کی حالت میں آخری زہر کی گولی ہے جسے کھانا پڑتا ہے۔ دنیا جب جنگ، ظلم یا معاشی بدحالی کا شکار ہوتی ہے تو سب سے پہلا زخم انسانی وقار کو پہنچتا ہے۔ یہ بدہیات میں سے ہے کہ جنگ جب چھڑ جاتی ہے تو اس کے شعلے صرف مقاتلین تک محدود نہیں ہوتے بلکہ عوام بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس تیز رفتار زندگی میں ہم بسا اوقات انسانیت کو فراموش کر بیٹھتے ہیں، دنیا کے شور میں اگر کہیں کوئی ہلکی سی آواز بھی انسانیت کے حق میں بلند ہو تو وہ غنیمت ہے۔ مندرجہ ذیل آرٹیکل میں ہم جینوا کنونشن اور السیر الکبیر کا حالت جنگ میں عام شہریوں کے حقوق کے متعلق تحقیقی وتقابلی جائزہ پیش کریں گے۔

جینوا کنونشن میں دوران جنگ عام شہریوں اور ان کی ضروریات زندگی کے تحفظ کے متعلق احکامات

بین الاقوامی انسانی قانون میں عام شہریوں کی حفاظت:

بین

الاقوامی انسانی قانون جنگ کرنے والے فریقوں پر یہ لازم کرتا ہے کہ وہ جنگ کرنے والوں اور عام شہریوں میں فرق کرے۔ [1]

[1] دفعہ نمبر ۴۸، پروٹوکول اول، سال ۱۹۷۷ء

عام شہریوں کی اصطلاح سے جنگ کرنے والے ممالک کے کسی بھی علاقے میں اسی طرح دشمن قبضہ میں آئے ہوئے علاقے میں رہائش پذیر شہری مراد ہیں۔ لہٰذا شہری ہر وہ شخص ہے جو جنگ نہیں کرتا اور اگر کوئی مشکل پیش آجائے کہ کوئی شخص شہری ہے یا جنگ کرنے والا فوجی تو یہ شہری تصور ہوگا۔[2]

یہ حفاظت صحافیوں، امدادی کاروائی کرنے والوں اور شہریوں

کے دفاع میں شریک ہونے والے افراد کو بھی حاصل ہوگا۔ [3]

شہری جنگی کاروائی کے دوران پیدا ہونے والے خطرات سے دفاع یا دشمن پر حملہ کرکے اس کے کسی بھی علاقے میں جنگ سے دفاع کی خاطر ہر شہری اس قوانین سے استفادہ کر سکتا ہے جیسا کہ کسی بھی جانب کا کوئی بھی خواہ بری ہو یا بحری یا فضائی، دشمن کے قبضہ میں آجاتا ہے۔ ان علاقوں کو غارت کرنا جائز نہیں اور اس طرح رات کی تاریکی میں فوجی مراکز پر حملہ کے دوران متاثرہ شہریوں، ان کے مال و متاع کے بغیر کسی امتیاز کے حفاظت واجب ہے۔[4]

ہر شہری کا اس کے رنگ و نسل، عقیدہ، سیاسی وابستگی یا کسی قوم، معاشرہ، ڈومیسائل، معیشت کی طرف نسبت یا کسی اور وابستگی کے معیار وغیرہ کا لحاظ کئے بغیر صرف انسانیت کی بنیاد پر احترام واجب ہے۔

اس کے علاوہ ہر حالت میں اس کی عزت، ازدواجی زندگی، دینی عقائد، عادات اور رسم و رواج کا احترام واجب ہے اور ہر حالت ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ انسانی سلوک کیا جائیگا اور اس کے خلاف کوئی بھی کاروائی، مکان توڑ کر داخل ہونا، کوئی چیز چھین لینا یا اس کے املاک کے خلاف کوئی بھی کاروائی جائز نہیں۔[5]

اور قابض حکومت پر واجب ہے کہ وہ وہاں کے شہریوں کے مقبوضہ علاقے میں ان کی زندگی کی پوری ضروریات مثلاً پناہ گاہ، کھانا، لباس بچھانے کے لئے بچھونے، دوا اور عبادت کی ضروریات پوری کرے۔[6]

اس طرح وہ علاقے جو کسی بھی جانب کے ماتحت ہوئے ہوں لیکن مقبوضہ علاقے نہیں ہوتے، ان کے شہریوں کو بھی مذکورہ حقوق حاصل ہیں۔ شہریوں میں امتیاز کئے بغیر ان کی ضروریات مثلاً پناہ گاہ، لباس، کھانا، بچھونا طبی ضروریات کی ترسیل ضروری ہے۔[7]

اس کے عام شہریوں کو بالعموم اور مریضوں، زخمیوں، بوڑھوں، حاملہ عورتوں، نومولود بچوں، اور آفت رسیدہ افراد کو بالخصوص طبی سہولیات فراہم کرنا لازم ہے۔ [8]

اور جنگی اطراف پر یہ بھی لازم ہے کہ جو قیدی جنگی کاروائیوں کے دوران بکھرے گئے ہیں ان کو حتی الامکان جمع کریں اور ہر جانب پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کے لئے امن و امان سے متعلق احکام کے نفاذ کے مطابق کام کرنے والے اور مخصوص تنظیموں کی کاروائیوں کی حوصلہ افزائی کرے۔ [9]

تمام افراد جو کسی بھی جنگی کے کسی علاقے یا کسی مقبوضہ علاقے میں مقیم ہیں، ان کے خاندانوں کو ان کے ذاتی کی فراہمی اور ان کے حالات ان متاثرین کو پہنچانے کے انتظامات کرنا لازم ہے۔ [10]

اس کے علاوہ بین الاقوامی انسانی قانون مسلح جنگ کے دوران عورت اور بچے کے احترام پر بہت زور دیتا ہے۔ اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سماجی کونسل نے بھی اس کی بہت تائید کی اور جنرل اسمبلی سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ جنگ کے وقت عورت اور بچے کی احترام کیلئے ایک اعلان کا قانونی شکل دیں اور اسی مطالبہ کو پیش نظر، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 14 دسمبر 1974 کو اعلان صادر کیا۔

---

2 دفعہ نمبر ۵۰، حوالہ بالا

3 دفعات، 29, 72, 27, 61 حوالہ بالا

4 دفعات ۴۹، ۵۱ ایضاً

5 دفعہ نمبر ۳۳، جینوا معاہدہ چہارم

6 دفعہ نمبر ۵۵(۱) جینوا معاہدہ چہارم

7 دفعہ نمبر ۷۰(۱) پروٹوکول اول، سال ۱۹۷۷ء

8 دفعہ نمبر ۸(۲) حوالہ بالا، دفعہ نمبر 14 (۱)

9 دفعہ نمبر 26، جینوا معاہدہ چہارم اور دفعہ نمبر 74 پروٹوکول اول

10 دفعہ نمبر 25، جینوا معاہدہ چہارم

السیر الکبیر میں دوران جنگ عام شہریوں اور ان کے تحفظات زندگی کے متعلق احکامات:

امام محمد بن حسن شیبانی حقیقت میں اللہ

تعالیٰ کے نشانیوں ایک نشانی تھے۔ موصوف نے السیر الکبیر میں کئی ایسے معاہدات پر بحث کی ہے جو مسلمان دیگر اقوام کے ساتھ آداب القتال کے سلسلے میں کر سکتے ہیں۔ شمس الائمہ ابو بکر محمد بن ابی سہل السرخسی نے "شرح السیر الکبیر" میں ان کی توضیح میں کئی اہم قانونی اصول متخرج کیے ہیں۔

مسلمان اہل علم کا اس بات پر اصولاً اتفاق ہے کہ غیر مقاتلین میں جنگ میں نشانہ نہیں بنایا جائیگا۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر غیر مقاتلین جنگ میں حصہ لیں تو ان کو نشانہ بنایا جاسکتا ہے لیکن عصر حاضر میں چند امور ایسے ہیں جن پر اختلاف پایا جاتا ہے اور جو مزید غور و فکر کے متقاضی ہیں۔

اولاً: غیر مقاتلین میں کون لوگ شامل ہیں؟ خواتین اور بچوں کو بالعموم غیر مقاتلین میں شامل کیا جاتا ہے لیکن وہ مرد جو فوج کا حصہ نہ ہو ان کو بھی غیر مقاتل کہا جائے گا۔

ثالثاً: کیا موجودہ حالات میں "غیر فوجی" کو ہی غیر مقاتل سمجھا جائے گا؟ بہت اہل علم نے شہری اور غیر مقاتل کو مترادف مانا ہے۔[11]

امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے اس قسم کے معاہدات

پر بحث کچھ اس انداز میں شروع کی ہے کہ اگر مسلمان کسی علاقے میں داخل ہونا چاہتا ہے لیکن راستے میں دشمن کے فوجی حائل ہوں اور مسلمانوں کو یہ معاہدے کرنے کی تجویز دیں کہ اگر مسلمان اس عام اور مختصر راستے کو چھوڑ کر ایک دوسرے طویل اور پر مشقت راستے جائیں تو وہ ان سے نہیں لڑیں گے اور انہیں بحفاظت وہاں سے گزرنے کا حق دے دیں گے، تو اگر ایسا کرنا مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو مسلمان ایسا معاہدہ کر سکتے ہیں۔ پھر اگر انہوں نے ایسا معاہدہ کر لیا اور بعد مسلمان محسوس کریں کہ انہیں اس مختصر اور عام راستے سے جانا چاہئے تو اس وقت تک اس راستے سے نہیں جاسکتے جب تک وہ فریق مخالف کو باقاعدہ اطلاع نہ دیں کہ ان کا معاہدہ ختم ہو چکا ہے مسلمان یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس راستے سے جائیں گے یا اس راستے سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا نہ ہی ان کا نقصان ہوتا ہے۔

امام محمد اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

لان هذا بمنزلة الموادعة والا مان، فيخب الوفاء به والتحرزعن الغدر الي ان نيبذوا اليهم [12]

(کیونکہ اس معاہدے کی حیثیت ام کے معاہدے کی ہے۔ اس لئے اس پر عمل اور عہد شکنی سے احتراز واجب ہے جب تک مسلمان انہیں باقاعدہ طور پر معاہدی ختم کرنے کی اطلاع نہ دیں)

اگر معاہدے میں یہ طے پایا کہ اس

راستے سے گزرتے ہوئے مسلمان ان کا پانی نہیں پیئں گے تو کیا اس شرط پر عمل واجب ہو گا؟ ایسی صورت میں دیکھا جائے گا اگر قطعی طور پر معلوم ہو کہ مسلمانوں کے پانی پینے سے ان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا پھر اس شرط پر عمل واجب نہیں کیونکہ یہ شرط غیر مفید ہے۔ نیز اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق پانی کسی کی ملکیت میں نہیں آتا بلکہ سارے لوگ اس میں شریک ہوتے ہیں اور اسے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر معلوم ہو کہ اسے ان کا نقصان ہو گا تو پھر اس شرط پر عمل واجب ہو گا اور اگر معلوم نہ یا رہا ہو کہ اس سے ان کو نقصان ہو گا یا نہیں ایسی صورت میں بھی اس شرط پر عمل واجب ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں

فانظا هر انه لايشترطون ذلك الا لمنفعة لهم او دفع ضررعنهم، لان العاقل لا يشتغل بما لا يفيده دشياءَ والبناء علي الظاهرواجب مالم يتيبين خلافه [13]

(پس ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے ایسی شرط اپنے فائدے کے لئے دیا کسی نقصان سے بچنے کے لئے رکھی ہے کیونکہ عاقل کسی بے فائدے کام میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا اور ظاہر پر بناء واجب ہے جب تک اس کے خلاف واضح نہ ہو جائے)

کیا تمام مرد مقاتلین ہیں؟

محمد منیر، احکام المدنیین فی الشریعۃ الاسلامیہ والقانون الدولی الاسلامی۔ درستہ مقارنۃ، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایل ایل ایم شریعہ و قانون، کلیہ شریعہ

[11] و قانون بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 1996، ص48 ومابعد

[12] شرح السیر الکبیر ج نمبر ایک ص210

[13] ایضاً ص211

مردوں کو فقہاء کرام نے اس وجہ سے مقاتلین

میں شمار کیا ہے کہ زمانہ قدیم میں جبکہ فقہاء نے اسلامی قانون کے اصولوں کا استخراج کیا، جنگوں میں بنیادی کردار مرد ہی ادا کرتے ہیں اور کسی قوم کے تمام عاقل بالغ مرد جنگ میں حصہ لیتے تھے البتہ بعض حالات کی وجہ سے بعض مرد جنگ میں حصہ نہ لیتے تو فقہاء ان کو مقاتلین میں شمار نہیں کرتے تھے۔ مثلاً فقہاء نے ایک طرف یہ اصول طے کیا ہے کہ ہر مرد مقاتل ہے اور دوسری طرف یہ بھی قرار دیا ہے کہ دشمن کے علاقے داخل ہونے والے تاجر غنیمت میں حصہ لینے کے مستحق نہیں کیونکہ قتال کے لئے نہیں بلکہ تجارت کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ پس وہ صرف اسی صورت میں مال غنیمت میں حصہ لینے کا مستحق ہونگے جب وہ باقاعدہ قتال میں شرکت کریں۔ شرح السیر الکبیر میں امام سرخسی امام محمد کی عبارت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "**فانهم كانوا تجارا قبل هذا، لاغزاة** [14]

پس اصل قاعدہ یہ ہے کہ مقاتل اور غیر مقاتل کی حیثیت کا تعین کسی شخص کی جنس سے نہیں بلکہ اس کے قتال میں حصہ لینے اور نہ لینے سے پڑتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں بالعموم تمام مرد قتال میں حصہ لیتے تھے اس لیے مفروضہ یہ ہوتا تھا کہ تمام مرد قاتلین ہیں الا یہ کہ ان کا غیر مقاتل ہونا ثابت ہو۔

یہ ایک مسلم اور معلوم حقیقت ہے کہ خواتین کئی غزاوات میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیگر خدمات سرانجام دیں ہیں۔ اب معلوم کرنا یہ کہ عورتوں کی اس نوعیت کی شرکت کو فقہاء کرام کس نظریئے سے دیکھتے ہیں اور اس کا کیا حکم متعین کرتے ہیں؟ امام محمد بن حسن شیبانی اس حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہیں

"فاما العجائز فلا باس بان يخرجن مع الصوائف لمداواة الجرخي" [15]

ترجمہ: جہاں تک عمر رسیدہ عورتوں کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ زخمیوں کی طبی مدد کے لئے بڑے لشکروں کے ساتھ نکلیں۔ آگے وہ امام عطیہؓ کی مثال بیان کرتے ہیں انہوں نے اس مقصد کے لئے سات غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ شرکت کی اور کھانا پکاتی پیاسو کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اس کے انتہائی اہم تعریح کرتے ہیں : **ولا يعجنبي ان يباشرن القتال** [16]

(لیکن یہ بات مجھے پسند نہیں ہے کہ وہ لڑائی میں حصہ لیں) مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں جا کر بھی مقاتلین کے لئے کھانا پکانے، انہیں پانی پلانے اور ان کے زخمیوں کے مرہم پٹی کرنے کے اعمال بھی براہ راست لڑائی میں حصہ لینے (المباشر بالقتال) سے یکسر مختلف کام ہیں اسلئے اس کا حکم بھی مختلف ہے۔

مثال کے طور پر مال غنیمت میں صرف اسی کا مقررہ حصہ ہوتا تھا جو لڑائی میں حصہ لیتا۔

جو لوگ میدان جنگ میں موجود

ہوتے لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیتے جیسے بچے، عورتیں یا غلام تو انہیں مال غنیمت میں حصہ نہیں ملتا تھا۔ البتہ اگر غلام یا دیگر غیر مقاتلین جنگ میں حصہ لیتے تو انہیں مناسب سا انعام (رضخ) جس کی مقدار حکمران کی صوابدید پر منحصر ہوتی تھیں دیا جاتا۔ خواتین کے لئے حکم یہ تھا کہ اگر وہ براہ راست لڑائی میں حصہ لینے کے بجائے دیگر نوعیت کے خدمات انجام دیں تو انہیں انعام دیا جاتا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں

"ولا يسهم عندنا لصبي....... ويرضخ لمن سواهم اذا قاتلوا وللنساء اذا خرجن لمداواة الجراحي والطخ والخير للغراة" [17]

ترجمہ: ہمارے نزدیک بچے کے لئے غنیمت میں حصہ نہیں ہے۔ بچون کے سوا دیگر غیر مقاتلین کو غیر مقدر حصہ ملے گا خواہ وہ لڑائی میں براہ راست حصہ نہ لیں جب وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور غازیوں کے لئے کھانا اور روٹی پکانے کے لئے (فوج کے ساتھ) جائیں۔

مقاتل کی حیثیت کے لئے چار شرائط: بین الاقوامی قانون کے تحت مقاتل کی حیثیت اس شخص کو دی جاتی ہے جو چند مخصوص شرائط پوری کریں۔ شرائط کو پورا کئے بغیر کوئی شخص جنگ میں حصہ نہیں لے سکتا۔ مثلاً یہ شرط میں حصہ لینے والے خود کو غیر مقاتل سے ممیز کرنے کے لئے کوئی امتیازی لباس یا نشان استعمال کرے۔ دوسرے شرط کہ مقاتل کی حیثیت اس جنگجو کو حاصل ہو گی جو آداب القتال کی پابندی کرے تو ظاہر یہ کہ جن آداب القتال کی پابندی شری لازم ہے ان کے متعلق دو رائیں نہیں ہو سکتیں اور جن اضافی آداب کی پابندی بین الاقوامی معاہدات کے ذریعے لازم ٹھہرائی گئی ہے ان کے متعلق اسلامی شریعت کی رو سے مسلمانوں کو اجازت ہے کہ اس کے قسم کے معاہدات ہر عمل کے پابند ہوں گے۔

---

14 شرح السیر الکبیر ج 3، ص 48

15 شرح السیر الکبیر ج نمبر ا، ص 128

16 ایضاً

17 ایضاً ج 3، ص 67

جینوا کنونشن کے مذکورہ بالا اصول کا السیر الکبیر کے تناظر میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ:

بین الاقوامی انسانی قانون اور شریعت اسلامی آپس میں اس بات پر متفق ہیں کہ دشمن کو ڈرانے دھمکانے کی خاطر یا شہریوں کو ان کے علاقوں کی غرض سے ان کے مال و متاع کا ضیاع اور عمارتوں کی تخریب حرام ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے عورتوں، بچوں، بزرگوں، مذہبی لوگوں اور ملازم پیشہ افراد جو فوجی کاروائیوں میں براہ راست یا بالواسطہ شریک نہ ہوں ان کے قتل کو حرام قرار دیا ہے۔ اس طرح اسلام زخمیوں، مریضوں اور مصیبت زدہ افراد و لوگوں کے حقوق کا بھی دفاع اور تحفظ کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے خواتین کی عزت و احترام اور بچوں اور ان کے ماؤں کے مابین عدم تفریق کی مکمل تاکید فراہم کی ہے اس کے علاوہ اسلام نے اہل خاندان کی آپس میں علیحدگی مثلاً چھوٹے بچے، ان کے ماں باپ، بہن بھائی، دادا دادی وغیرہ سے جدائی و علیحدگی کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اس اسلام نے شہریوں کو ان کے کھانے، پینے، ضروریات زندگی کی فراہمی اور رہائش گاہوں و پناگاہوں کی حفاظت کی مکمل ضمانت دی ہے جبکہ جینوا کنونشن اور بین الاقوامی قانون انسانیت میں بھی یہی حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ اس اعتبار سے شریعت اسلامی اور بین الاقوامی انسانی قوانین میں کلیات اور قوانین کے اعتبار سے کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بین الاقوامی انسانی قانون، جینوا کنونشن اور بین الاقوامی انسانی قوانین میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور دونوں نے جنگ سے متاثرہ افراد چاہے مرد، عورت، بوڑھے، بچے، معذور افراد ہوں یا عمارات وغیرہ ہوں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں نے خصوصاً امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے تقریباً آٹھ سو سال پہلے حالب جنگ و امن کے قوانین مدون کئے ہیں اور جس انداز متاثرین جنگ کے لئے بیان کئے ہیں دنیا ان جیسے قوانین سے بنانے اور ان پر عمل کرنے سے عاجز ہیں جیسا کہ موجودہ دور میں جنگوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے اپنے بنائے گئے قوانین کاغذ کی زینت بنی ہوئی ہیں اور خارج میں انسانوں چاہے مرد ہو یا عورتیں، بچے وغیرہ کے ساتھ ایسا ناروا سلوک کیا جارہا ہے کہ انسانیت شرما جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔